مرسلا باعتبار لازم معناہ“ (الجزء الثانی عشر سورۂ نور آیت نور)

خاندانِ ولی اللّٰہی کا نظریہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رح نے آیت نور پر ایک مستقل تفسیری رسالہ لکھا ہے، اس میں انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ رح، مفسرین۔ محدثینِ اسلاف، متکلمین، فلاسفہ اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ نظریہ بیان کیا ہے کہ اس آیتِ نور میں نور“ سے مجازی معنی مراد ہیں۔ حقیقی نہیں! (صفحہ ۲۲ تا ۲۸)

اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے نور سے مراد یہ حقیقی نور نہیں جو ہمیں محسوس ہوتا ہے، بلکہ اس سے مجازی معنی مراد ہیں ۔ یعنی اللہ کی ہدایت جو ایک معنوی روشنی ہے، یا آسمان و زمین کا وہ نظامِ تدبیر اور تنویر و تزئین مراد ہے جس کی بنیاد پر اس نے اس کو قائم کر رکھا ہے۔ یعنی بعض سیارگان مثلاً سورج، چاند، ستارے وغیرہ پر۔ اور جدید سائنسی انکشافات نے اس بات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے کہ آسمان و زمین کا یہ سارا نظام انھی سیاروں کے نظامِ کشش اور خصائص کے ذریعے قائم ہے۔

حضور کا نور جب یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ کے نور سے بھی وہ نور مراد نہیں ہے، جس کو ہم سب جانتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں —— تو بقول ان کے حضور کا وہ نور، جو خود خدا کے نور سے بنا ہے، وہ حقیقی نور کیسے مراد ہو سکے گا؟ اس لیے بالآخر یہی کہنا پڑے گا کہ اس سے مراد بھی اسی طرح مجازی معنی مراد ہوں گے جس طرح خود نورِ خدا کے لیے گئے ہیں ۔ یعنی معنوی اور مجازی معنی مراد ہوں گے، حقیقی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ایک عظیم شخصیت جو عدنان تک اپنا سلسلۂ نسب بیان کرتی ہے، جو ددھیال اور ننھیال بھی رکھتی ہے، جس کی بیوی اور بچے بھی ہیں اور دوسرے تمام بشری لوازمات سے بھی متصف ہے، جس کو ہم سب انھی آنکھوں سے انسانی جامہ سے آراستہ بھی دیکھتے ہیں —— اگر اس کے متعلق کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہ نور ہے، تو یہی کہنا پڑے گا کہ وہ جو کچھ دکھائی دیتے ہیں وہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اس لیے اس نور سے غرض کچھ اور ہی ہوگا، وہ قطعاً نہیں ہوگا جس کا کسی نے دعویٰ کیا ہے —— یاد رہے یہ ہم اس صورت میں بفرضِ محال عرض کر رہے ہیں کہ ”آیتِ نور“ میں نور سے مراد حضور ہی لیے جائیں، اور حضرت جابر رض والی روایت کو بھی صحیح تسلیم کیا جائے۔

(جاری ہے)

نقد و تحقیق

جناب مولانا مقصود احمد مدرس
جامعہ علوم اثریہ جہلم

قُربانی کے جانور کی عُمر؟

"عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذبحوا الا مُسِنّۃً الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان۔"

(صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۵۵، باب سن الاضحیۃ)

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، صرف مسنّۃ (دو دانتا) ہی ذبح کرو، جب مسنّہ میسر نہ ہو تو بھیڑ کا بچہ ذبح کرلو!"

اس فرمانِ نبویؐ سے دو باتیں واضح ہوئیں:

۱۔ قربانی کا جانور مسنّۃ (دو دانتا) ہو۔

۲۔ کوئی بھی کھیرا جانور، سوائے بھیڑ کے بچہ کے، قربانی میں جائز نہیں[1]

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں:

"ھذا تصریح بانہ لا یجوز الجذع من غیر الضان فی حال من الاحوال۔" (صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۵۵)

یہ واضح تصریح ہے کہ بھیڑ کے علاوہ کوئی بھی کھیرا جانور کسی حالت میں بھی جائز نہیں!

اسی قسم کی وضاحت شارحینِ حدیث، مثلاً امام شوکانیؒ، نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ[2] اور علامہ یمنیؒ[3] نے بیان فرمائی ہے!

مسنّہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف لغت میں "مُسِنّہ" میم کے ضمہ، سین کے کسرہ، نون مشدد کے ساتھ اسم فاعل ہے۔ اور باب افعال ہے۔

---

[1] نیل الاوطار ص ۱۲۱ [2] السراج الوہاج ص ۲۳۹۔
[3] سبل السلام ص ۱۴۲۱۔

لسان العرب میں ہے:

"والبقرۃ والشاۃ یقع علیہما اسم المسن اذا اثنتا فاذا سقطت ثنیتہما بعد طلوعہا فقد اسنّت۔"

(ج ۱۲ ص ۲۲۲)

"گائے اور بکری وغیرہ پر "مسنہ" کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے، جب وہ دو دانت گرا کر نئے دانت اُگ آنے کے بعد دو دانتی ہو جائیں۔"

اصطلاحاً یہی معنیٰ شارحینِ حدیث نے کیا ہے، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عقلانی رح فرماتے ہیں:

"قال اھل اللغۃ المسن الثنی الذی یلقی ثنیتہ۔"

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱)

"اہل لغت نے کہا ہے، "مسنۃ" اسے کہتے ہیں جو اپنے اگلے دو دانت گرا دے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں:

"مسنۃ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس عمر میں وہ اپنے اگلے دو دانت گرا دیتا ہے، جنہیں "ثنایا" کہتے ہیں۔" (اللمعات ج ۱ ص ۶۴۹)

"مسنہ" کا یہی معنیٰ امام نوویؒ[1]، امام شوکانیؒ[2]، امیر یمنیؒ[3] اور سید احمد حسنیؒ[4] نے بیان فرمایا ہے۔

ائمۂ لغت اور شارحینِ حدیث کے اقوال سے معلوم ہوا کہ "مسنہ" اس جانور کو کہتے ہیں جس کے دودھ کے دانت، جوانی کے اگلے دو دانتوں کے نکل آنے کی وجہ سے گر چکے ہوں ـــــ

مولانا ثناء اللہ امرتسری رح فرماتے ہیں:

"احادیث میں "مسنۃ" کا لفظ اس جانور کے لئے آیا ہے، جس کے دو دانت نکلے ہوں۔" (فتاوٰی ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۹)

---

[1] شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۵ [2] نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۲۱
[3] سبل السلام ج ۴ ص ۱۴۲۱ [4] تنقیح الرواۃ ج ۱ ص ۲۷۵۔

بھیڑ کے جذعہ کی تحقیق

حضرت جابرؓ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کے جذعہ کی مقید اجازت دی ہے، کہ جب مسنہ میسر نہ ہو تو اس کی قربانی کرلو! — چنانچہ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ بھیڑ کا بچہ "جذعہ" کب کہلاتا ہے؟

شارحینِ حدیث اور ائمہ لغت سے اس کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱۔ لغتِ حدیث کی عظیم الشان کتاب مجمع البحار ج ۱ ص ۱۸۱ پر ہے:

"الجذع من الضأن ما تمت له سنة۔"

"بھیڑ کا جذعہ وہ ہے جو پورے سال کا ہو۔"

۲۔ علامہ عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ نے علامہ جزریؒ سے یہی نقل کیا ہے (دیکھئے تحفۃ الاحوذی، ج ۱ ص ۳۵۵)

۳۔ علامہ ابنِ حزم رحمہ فرماتے ہیں:

"والجذع من الضأن هو ما اتم عاما۔"

اور یہی معنیٰ لغت کے دیگر ائمہ۔ مثلاً کسائیؒ، اصمعی، ابوعبید، قتیبہ، کلابی اور الاسدی (رحمہم اللہ) نے بیان کیا ہے (محلّی ابنِ حزم ج ۶ ص ۱۴)

جبکہ یہی معنیٰ شارحینِ حدیث نے کیا — امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"الجذع من الضأن ماله سنة تامة هو الاصح عند اصحابنا وهو الاشهر عند اهل اللغة۔" (شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۵)

"بھیڑ کا جذعہ وہ ہے جو پورے سال کا ہو، یہ بات ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ہے اور اہلِ لغت کے نزدیک زیادہ مشہور ہے"!

حافظ ابنِ حجر عقلانیؒ فرماتے ہیں:

"الجذع من الضأن ما اكمل سنة ودخل فى الثانية وهو الاصح عند الشافعية وهو الاشهر عند اهل اللغة۔"

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۲)

علّامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

"الجذع من الضأن ماله سنة ثانية هذا هو الاشهر عند اهل

اللغۃ وجمہور اہل العلم۔" (نیل الاوطار ج۵ ص۱۲۱)

مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمۂ لغت اور جمہور علماء کے نزدیک بھیڑ کا وہ بچہ جذعہ کہلاتا ہے، جو پورے ایک سال کا ہو!

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لا تذبحوا الا مسنۃ" فرما کر ہر کھیرے جانور کی قربانی سے منع فرما دیا ہے، ہاں مسنہ نہ ملنے کی صورت میں بھیڑ کے جذعہ کی اجازت دی ہے اور بھیڑ کے سال بھر کے بچہ کو جذعہ کہا جاتا ہے، اس لئے بھیڑ کا ایسا بچہ جو ایک سال سے کم عمر کا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں ہے ـــــ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ فرماتے ہیں:

"والراجح عندی انہ لا یجزئ الجذعۃ من الضأن فی الاضحیۃ دون سنۃ۔" (سنن نسائی مع تعلیقات سلفیہ ج۲ ص۱۹۶)

"میرے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ بھیڑ کے سال بھر سے کم عمر کے بچے کی قربانی جائز نہیں ہے!"

حدیث جابرؓ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوالزبیر راوی ہے، جو کہ مدلس ہے اور سماع کے بغیر معنعن روایت کر رہا ہے، لہٰذا اصولِ حدیث کی رو سے یہ حدیث صحیح نہیں!

اس کے دو جواب ہیں:

۱۔ صحیحین کی روایات جو معنعن مروی ہیں، ان میں بیشتر سماع پر محمول ہیں۔ علامہ نووی رح فرماتے ہیں:

"وما فی الصحیحین من التدلیس فمحمول علی السماع من جہۃ اخری۔" (شرح صحیح مسلم)

۲۔ ابوعوانہ میں "حدثنا جابر" کے الفاظ موجود ہیں، جو کہ سماع پر محمول ہیں۔

(ابوعوانہ ج۵ کتاب الاضاحی)

لہٰذا اعتراض ختم ہو گیا!

فائدہ جلیلہ

حضرت جابرؓ کی روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کوئی جانور بھی کھیرا قربانی کے لئے جائز نہیں، صرف نبی کریم علیہ السلام نے ازراہِ شفقت امتِ مسلمہ

کی سہولت کی خاطر بھیڑ کے کھیرے کی اجازت دی ہے ـــــ رہیں وہ روایات، جن میں کھیرے جانور کی مطلق قربانی کا جواز ملتا ہے، تو یہ روایات مجروح ہیں اور حضرت جابرؓ کی صحیح حدیث کے مقابلہ میں مردود اور ناقابلِ احتجاج! ـــــ تاہم اگر رفع تعارض کے لئے جابرؓ کی حدیث کے موافق تاویل کر لی جائے کہ جب منڈیوں میں مسنّہ نہ ملے تو بھیڑ کا جذعہ جائز ہے، تو راقم کے خیال میں علمی اور اصولی طور پر یہ موقف صحیح ہے۔ کیونکہ عام اور خاص میں، مطلق اور مقید میں اور مجمل اور مفسر میں تعارض نہیں ہوتا، بلکہ عام کو خاص کے تحت، مطلق کو مقید کے تحت اور مجمل کو مفسر کے تحت قبول کر لیا جاتا ہے ـــــ اور یہی مؤقف شارحینِ حدیث مثلاً حافظ ابنِ حجرؒ، محدث یمنیؒ اور نواب صدیق حسن خاںؒ کا ہے۔

مخالفین کے دلائل اور ان کا تجزیہ

اس کے برعکس جو لوگ مطلقاً کھیرے جانور کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں، ان کے دلائل مع جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ "عن عقبۃ بن عامر قال ضحّینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجذع من الضأن۔" (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹۷)

اس کی سند میں معاذ بن عبد اللہ راوی متکلّم فیہ ہے۔ تہذیب میں ہے:

"وکان قلیل الحدیث وقال الدارقطنی لیس بذاك وقال ابن حزم مجهول۔" (ج ۱۰، ص ۱۹۲)

چنانچہ اس قسم کے راویوں کی روایات بدوں موافقت قبول نہیں ہوتیں۔

۲۔ اُمِ بلال بنت بلال راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھیڑ کے بچہ کی قربانی جائز ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۴)

اس کی سند میں محمد بن ابی یحیٰی "حدّثنی اُمّی" کہہ کر روایت کر رہا ہے۔ "امی" مجہول ہے یعنی اس کی عدالت اور ثقاہت معلوم نہیں۔ (محلّی ابنِ حزم ج ۶ ص ۲۲)

۳۔ عن اَبِی هُرَیرَةَ قَالَ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعمت الضحیۃ الجذع من الضأن۔" (سنن ترمذی)

یعنی "بھیڑ کے کھیرے کی قربانی خوب ہے، اچھی ہے"!

اس کی سند میں کدام بن عبدالرحمان راوی مجہول الحال ہے۔ ان راوی کے استاد ابوکباش